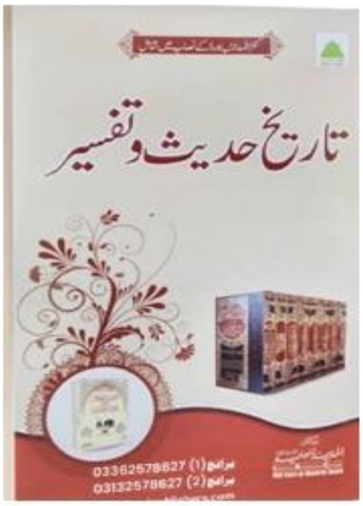
کنز المدارس بورڈ کے نصاب میں شامل کتاب

تاریخ حدیث و تفسیر

اسائنمنٹ سوالاً جواباً



مرتب و کمپوزر

محمد افضل رضا عطاری

شعبہ : فیضان آن لائن اکیڈمی

تاریخ حدیث و تفسیر

سوالاً جواباً اسائنمنٹ

مدرس : استاد محترم حضرت علامہ مولانا محمد قاسم خان عطاری مدنی

مرتب و کمپوزر: محمد افضل رضا عطاری باب اِلاسلام سندھ

شعبہ فیضان آن لائن اکیڈمی (دعوت اسلامی)

﴿ بسم الله الرحمن الرحيم ﴾

{تاریخ حدیث و علوم حدیث}

سوال: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْؕ-وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اس آیت مبارکہ کا ترجمہ و تفسیر بیان کریں ۔

جواب:ترجمۂ کنز الایمان:۔ اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہوجاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تفسیر صراط الجنان:۔

{قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ: اے حبیب! فرما دو کہ اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرے فرمانبردار بن جاؤ۔} اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ جب ہی سچا ہوسکتا ہے جب آدمی سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اتباع کرنے والاہو اور حضورِاقدس صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت اختیار کرے۔ اور بتایا گیا کہ محبت ِالٰہی کا دعویٰ حضورسید ِکائنات صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اتباع اور فرماں برداری کے بغیر قابلِ قبول نہیں۔ جو اس دعوے کا ثبوت دینا چاہتا ہے وہ حضور پرنور صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی غلامی اختیار کرے۔

سوال: جمہور محدثین کے اصطلاح میں حدیث کی تعریفات بیان کریں نیز صحابی وتابعی کسے کہتے ہیں؟

جواب: **حدیث کی تعریف:۔**

- حدیث کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے قول کو خواہ وہ صراحتہ ہو یا حکماً اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فعل اور تقریر کو تقریر کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے روبرو کوئی کام کیا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اُسے منع نہ فرمایا۔ یا صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے کوئی بات کہی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے رد نہیں کیا بلکہ خاموش رہے اور عملاً اسے ثابت فرمادیا۔
- **اسی طرح حدیث کا لفظ صحابہ رضی اللہ عنہم کے قول و فعل اور تقریر پربولا جاتا ہے**۔ صحابی اس محترم ہستی کو کہتے ہیں جسے بحالتِ ایمان حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی ہو اور ایمان پر ہی خاتمہ ہوا ہو۔

❖ **اسی طرح حدیث کا لفظ تابعین کے قول و فعل اور تقریر پر بولا جاتا ہے**۔ تابعی اس معظم ہستی کو کہتے ہیں جس نے بحالتِ ایمان کسی صحابی سے ملاقات کی ہو اور ایمان پر اس کا خاتمہ ہوا ہو۔

سوال: حدیث کی بنیادی طور پر کتنی اور کون کونسی اقسام ہیں؟

جواب: **اس لحاظ سے بنیادی طور پر حدیث کی تین اقسام بنتی ہیں** جن کی تشریح حضرت شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ یوں بیان فرمائی ہے:

(1) ما انتهى إلى النبي صلى الله عليه وسلم يقال له المرفوع

جس حدیث کا سلسلۂ روایت نبی اکرم صلي اللہ علیہ والہ وسلم تک منتہی ہوتا ہے اُسے "**حدیث مرفوع**" کہتے ہیں۔

(2) ما انتهى إلى الصحابي يقال له الموقوف۔

اور جس حدیث کا سلسلۂ روایت کسی صحابی تک منتہی ہوتا ہے اُسے "**حدیث موقوف**" کہتے ہیں۔

(3) وما انتهى إلى التابعي يقال له المقطوع۔

اور جس حدیث کا سلسلۂ روایت کسی تابعی تک منتہی ہوتا ہے اُسے "**حدیث مقطوع**" کہتے ہیں۔

سوال: حدیث کی دینی حیثیت کیا ہے؟

جواب: احکام شریعت کا پہلا سر چشمہ قرآنِ عظیم ہے کہ وہ خدا کی کتاب ہے اور قرآن ہی کی صراحت و ہدایت کے بموجب رسول خدا صلي اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و اتباع بھی ہر مسلمان کے لیے لازم و ضروری ہے کہ بغیر اس کے احکام الہی کی تفصیلات کا جاننا اور آیات قرآنی کا منشاو مراد سمجھنا ممکن نہیں ہے اس لیے اب لا محالہ حدیث بھی اس لحاظ سے احکام شرع کا ماخذ قرار پائی کہ وہ رسول خدا کے احکام و فرامین، ان کے اعمال، افعال اور آیات قرآن کی تشریحات و مرادات سے باخبر ہونے کا واحد ذریعہ ہے۔

سوال: حدیث کے حجت ہونے پر دلیل دیں؟

جواب: **حجیت حدیث:**

یادر ہے کہ جس طرح قرآن احکامِ شرع میں حجت ہے اسی طرح حدیث بھی ۔ اور اس سے بہت سے احکامِ شریعت ثابت ہوتے ہیں۔

چنانچہ رب عز وجل فرماتا ہے:﴿وَ مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُۗ-وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْاۚ-وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ-اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ﴾ترجمہ کنز الایمان: اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم جو کچھ عطا فرمادیں وہ لے لیا جائے چاہے وہ قول کی صورت میں ہو یا کسی اور صورت میں ۔ خُذُوہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے فرمان پر عمل ضروری ہے۔ ایک جگہ فرمایا:﴿مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَۚ﴾ترجمہ کنز الایمان: جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

سر کا رصلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی اطاعت کو رب نے اپنی اطاعت فرمایا اور ہر عاقل جانتا ہے کہ اطاعت حکم (قول) کی ہوا کرتی ہے تو معلوم ہوا کہ سر کا ر صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کا فرمان (حدیث) حجت شرعی ہے کہ جس کی اطاعت کو رب نے اپنی اطاعت فرمایا ۔ حاصل یہ کہ حدیث حجت شرعی ہے اور اس کا حجت ہونا قرآن سے ثابت ہے۔

سوال: رسول خدا صلي اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و اتباع کا جو بار بار حکم دیا گیا ہے تو آیا یہ حکم، رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی صرف حیات ظاہری تک خاص ہے یا قیامت تک کے لیے عام ہے ؟

جواب: اگر معاذ اللہ اس حکم الہی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حیات ظاہری کے ساتھ خاص کر دیا جائے تو دوسرے لفظوں میں اس کا صاف اور واضح مطلب یہ ہوگا کہ قرآن اور اسلام پر عمل کرنے کا زمانہ بھی رسول خدا صلي اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات ظاہری تک محدود ہے اس لیے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فرمودات کی اطاعت اور ان کے افعال کی پیروی لازم ہی اس لیے تھی کہ بغیر اس کے قرآن و اسلام کی تفصیلات کو سمجھنا اور ان پر عمل کرنا ممکن ہی نہ تھا۔ لیکن جب قرآن و اسلام پر عمل درآمد کا حکم قیامت تک کے لیے ہے تو ثابت ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت و اتباع کا حکم بھی قیامت تک کے لیے ہے۔

سوال: مجموعۂ احادیث کسے کہتے ہیں؟

جواب: رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے احکام وارشادات اور قرآن و اسلام کی تشریحات و تفصیلات کے مجموعہ کا نام " **مجموعۂ احادیث** " ہے۔

سوال: روایتِ حدیث کا مبارک سلسلہ کن حضرات پر منتہی ہوتا ہے؟

جواب: روایت حدیث کا مبارک سلسلہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم پر منتہی ہوا ۔

سوال: حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثِ شریف کے متعلق اپنے علم ویقین اور نقل و روایت کے اعتماد کو نقطۂ کمال تک پہنچانے کے لیے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کس طرح اہتمام کرتے تھے؟

جواب: حضرت حافظ نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت قبیصہ ابن ذویب رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث نقل کرتے ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک دادی اُن کی خدمت میں حاضر ہوئی وہ چاہتی تھی کہ اُسے پوتے کی میراث میں سے کچھ حصہ دیا جائے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضي اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: میں قرآن مجید میں تیرا کوئی حصہ نہیں پاتا اور مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تیرے بارے میں کچھ فرمایا ہے۔ جب اس نے اصرار کیا تو فرمایا: اچھا ٹھہر ! میں شام کو لوگوں سے اس کے بارے میں دریافت کروں گا جب ظہر کی نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں سے اس کے متعلق دریافت کیا اس پر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے سنا ہے کہ وہ دادی کو چھٹا حصہ دیتے تھے۔راوی کہتے ہیں کہ جب حضرت مغیرہ بن شعبہ حدیث بیان کر کے بیٹھ گئے تو حضرت ابو بکر صدیق رضي اللہ عنہ دوبارہ کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا یہ بات تمہارے ساتھ کسی اور نے بھی سنی ہے ؟ اس سوال پر حضرت محمد بن مسلمہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے بیان کیا کہ میں نے بھی رسول اللہ صلي اللہ علیہ والہ وسلم سے سنا ہے کہ وہ دادی کو چھٹا حصہ دیتے تھے چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دادی کے لیے چھٹا حصہ مقرر کر دیا۔

سوال: عہدِ صحابہ میں طلبِ حدیث کے لیے سفر کی کیا اہمیت تھی، اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما اس بارے میں کیا فرمایا کرتے تھے؟

جواب: عہد صحابہ میں تو صرف ایک حدیث کے لیے لوگ دور دراز ملکوں کا سفر کرتے تھے بلکہ عہد صحابہ میں طلب حدیث کے لیے سفر اتنا لازم تھا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے: طالب علم کو چاہیے کہ وہ اپنے لئے لوہے کے جوتے تیار کرائے۔ تاکہ بغیر کسی زیر باری کے ساری عمر وہ طلب حدیث میں سفر کرتا رہے۔

سوال: عہد صحابہ میں نقل وروایت کی صحت جانچنے اور اُسے یقین کی حد تک پہنچانے کے لیے کونسے طریقے رائج تھے اس کہ متعلق کوئی ایک واقعہ بیان کریں؟

جواب: حضرت مولائے کائنات علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے :جب ان کو کسی حدیث کی سماعت حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے فوت ہو جاتی تو دوسرے راوی سے حدیث کی سماعت فرماتے لیکن اس سے قسم لیا کرتے تھے۔ یہی حال صحابہ ،تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مسلمین کا تھا کہ وہ حدیث کے بارے میں بحث و کرید کیا کرتے تھے یہاں تک کہ ان کو حدیث کی صحت کا یقین ہو جاتا۔

سوال: اصطلاح حدیث میں اسناد کسے کہتے ہیں؟

جواب: بیان واقعہ سے پہلے ناقل کے لیے یہ ظاہر کرنا ضروری ہے کہ اس واقعہ کا علم اسے کیونکر ہوا۔ کتنے واسطوں سے وہ بات اس تک پہنچی ہے اور وہ کون لوگ ہیں، ان کے نام و نشان کیا ہیں ، اُن کی عمر کیا ہے ، وہ کہاں کے رہنے والے ہیں، دیانت، تقوی، راست گفتاری، حسن اعتقاد، قوت حافظہ ، عقل و فہم اور فکر و بصیرت کے اعتبار سے ان کے حالات کیا ہیں۔ اسی کو اصطلاح حدیث میں اسناد کہتے ہیں۔

سوال: سند حدیث کی اہمیت بیان کریں؟نیز اس ضمن میں کوئی واقعہ بیان کریں:۔

جواب : سند حدیث کی اہمیت:۔اصحاب حدیث کے یہاں اسناد اتنی ضروری چیز ہے کہ اس کے بغیر ان کے یہاں کوئی بات قابلِ اعتماد نہیں ہوتی یہاں تک کہ حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: اسناد دین کا حصہ ہے اگر اسناد نہ ہوتی تو جس کے دل میں جو آتا کہتا۔

ایک مرتبہ ابن ابو فروہ نامی کسی شخص نے حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے بغیر کسی اسناد کے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ایک حدیث بیان کی اس پر امام زہری نے آزردہ ہو کر فرمایا: اے ابن ابی فروہ! تجھ کو اللہ تباہ کرے تجھ کو کس چیز نے اللہ پر جری کر دیا ہے کہ تیری حدیث کی کوئی سند نہیں ہے تو ہم سے ایسی حدیثیں بیان کرتا ہے کہ جن کے لیے نہ نکیل ہیں نہ لگام ۔

سوال: احادیث کو اغلاط کی آمیزش سے محفوظ رکھنے کے لیے کیسی کیسی تدبیریں عمل میں لائی گئ ہیں؟

جواب: اس سلسلے میں حاکم الحدیث حضرت امام حافظ نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:ہمارے زمانے میں ایک طالب حدیث کے لیے ضروری ہے کہ پہلے وہ محدث کے حالات کی تفتیش کرے کہ آیا وہ توحید کے بارے میں شریعت کا معتقد ہے ؟ اور کیا انبیائے کرام علیہم السلام کی اطاعت اپنے اوپر لازم سمجھتا ہے۔ پھر اس کی حالت پر غور کرے کہ وہ بد مذہب تو نہیں ہے کہ لوگوں کو اپنی بدمذہبی کی طرف دعوت دے رہا ہو۔ کیونکہ بدعت کی طرف بلانے والے سے کوئی حدیث نہیں لی جائے گی۔ پھر اس محدث کی عمر معلوم کرے کہ اس کی سماع ان مشائخ سے ممکن ہے کہ جن سے وہ حدیث بیان کر رہا ہے پھر اس کے اصول پر غور کرے۔

سوال: عہد صحابہ سے لے کر آج تک حدیثوں کی تدوین اور جمع و ترتیب کا کام کیسے عمل میں آیا؟

جواب: اس حوالے سے عرض ہے کہ سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا عہد پر نور جو نزول قرآن کا زمانہ ہے ، اس عہد پاک میں چونکہ آیاتِ قرآنی کے تحفظ کا کام سب سے اہم تھا اس لیے حضور پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے صحابہ کرام کو تاکید فرمائی کہ وہ صرف آیات قرآنی کو قلمبند کیا کریں۔ احادیث کو قید تحریر میں نہ لائیں تاکہ آیات قرآنی کے ساتھ کسی طرح کا التباس نہ ہو۔ البتہ اس امر کی اجازت تھی کہ زبانی طور پر احادیث کی روایت و نقل میں کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن اس کے ساتھ بعض وہ صحابہ جنہیں اپنے اوپر اعتماد تھا کہ وہ قرآنی آیات کے ساتھ احادیث کو مخلوط نہیں ہونے دیں گے وہ اپنے طور پر حدیثوں کو بھی قلمبند کر لیا کرتے تھے چنانچہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ علیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں: **حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہ میں کوئی مجھ سے زیادہ حدیث بیان کرنے والا نہیں تھا مگر عبد اللہ بن عمرو کیونکہ وہ لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔**

جب کاغذ کے ٹکڑوں، ہرن کی جھلیوں، کھجور کے پتوں اور الواح قلوب میں بکھری ہوئی قرآن مجید کی آیتیں عہد فاروقی سے لے کر عہد عثمان تک کتابی شکل میں ایک جگہ جمع کر دی گئیں اور ساری دنیا میں اس کے نسخے پھیلا دیئے گئے اور احادیث کے ساتھ آیات قرآنی کے التباس و اختلاط کا کوئی اندیشہ نہیں رہ گیا تو حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ان کے ایما پر احادیث کی تدوین اور تصنیف و کتابت کا کام با ضابطہ شروع ہوا۔

سوال: احادیث کی تدوین اور تصنیف و کتابت کا کام با ضابطہ کیسے شروع ہوا؟

جواب: 99ھ میں جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالیں تو آپ نے ابو بکر بن حزم کو لکھا جو معمر ، لیث ، اوزاعی ، مالک، ابن اسحاق اور ابن ابو ذئب کے شیخ تھے۔ اور مدینہ منورہ میں محکمہ قضا میں خلیفہ کے نائب تھے ان سے حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا کہ جو حدیث بھی حضور کی ملے اسے لکھ لو اس لیے کہ مجھ کو علم کے مٹنے اور علماء کے چلے جانے کا خوف ہے۔اتنا ہی نہیں بلکہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہاں تک نقل کیا انہوں نے اطراف و جوانب میں لکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی کوئی حدیث پاؤ تو اسے جمع کر لو۔

سوال: فن حدیث میں سب سے پہلی کتاب کی تصنیف کس نے کی؟

جواب: حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک پر فنِ حدیث میں سب سے پہلی کتاب حضرت ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے تصنیف فرمائی۔

سوال: فن حدیث میں کن کن بزرگانِ دین نے کن کن شہروں میں تصنیف کا کام شروع کیا؟

جواب: حدیث کی کتابوں کی تصنیف و تالیف اور جمع و ترتیب کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا، مختلف شہروں میں مختلف بزرگوں نے حدیث میں بہت سی کتابیں تصنیف فرمائیں چنانچہ ان میں ابن جریج مکہ میں ابن اسحاق اور مالک مدینہ میں، ربیع بن صبیح، سعید بن عروہ اور حماد بن سلمہ بصرہ میں، سفیان ثوری کوفہ میں، اوزاعی شام میں، ہشام واسط میں، معمر یمن میں، جریر بن عبد اللہ رے میں اور ابن المبارک خراسان میں تھے۔

{ تعارف تفسیر و مفسرین }

سوال: علم تفسیر کسے کہتے ہیں؟

جواب: وہ مقدس علم جس کا تعلق قرآن پاک کی مراد کو سمجھنے کے ساتھ ہے علم تفسیر کہلاتا ہے۔

سوال: تفسیر کا لغوی و اصطلاحی تعریف بیان کریں؟

جواب: تفسیر کا لغوی معنی کھول کر بیان کرنا یا واضح کرنا ہے۔

اصطلاح تعریف:۔

قرآن مجید کے وہ احوال بیان کرنا جو عقل سے معلوم نہ ہو سکیں بلکہ ان میں نقل کی ضرورت ہو جیسے آیات کا شانِ نزول یا آیات کا ناسخ و منسوخ ہونا بیان کرنا۔

سوال: تفسیر کا حکم بیان کریں؟

جواب: بعض اوقات قرآن پاک کی آیات کا مفہوم اپنی عقل سے بیان کیا جاتا ہے اور اس میں قرآن و حدیث ، صحابہ و تابعین اور معتمد مفسرین کی آرا کو پیش نظر نہیں رکھا جاتا ایسی تفسیر اپنی رائے کے ذریعے تفسیر ہے اور قرآن مجید کی تفسیر اپنی رائے سے بیان کرنا **حرام** ہے۔

سوال: تاویل کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ نیز تاویل کا شرعی حکم بیان کریں۔

تاویل " اَوَّلَ یُؤَوِّلُ سے باب تفعیل کا مصدر ہے جس کے لغوی معنی ہیں: تفسیر کرنا۔

تاویل قرآن کی اصطلاحی تعریف:۔

قرآنی آیات کے مضامین اور ان کی باریکیاں بیان کی جائیں اور صرفی و نحوی قواعد اور دیگر علوم کے ذریعے قرآنی آیات سے طرح طرح کے نکات نکالے جائیں۔

تاویل کا شرعی حکم:۔

اپنے علم و معرفت سے قرآن کی جائز تاویل بیان کرنا اہل علم کے لئے جائز اور باعث ثواب ہے جبکہ نا اہل کے لیے حرام ہے۔

سوال: شرائط کے ساتھ تاویل بالرائے کے جائز جبکہ تفسیر بالرائے کے ناجائز ہونے میں کیا راز ہے؟

جواب : حضرت علامہ سلیمان جمل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "شرائط کے ساتھ تاویل بالرائے کے جائز جبکہ تفسیر بالرائے کے ناجائز ہونے میں راز یہ ہے کہ تفسیر تو اللہ پاک پر گواہی دینا اور اس بات کا یقین کرنا ہے کہ اللہ پاک نے اس کلمہ کے یہ ہی معنی مراد لئے ہیں اور یہ بغیر بتائے جائز نہیں۔

سوال: تفسیر کی ضرورت و اہمیت پر کوئی ایک واقعہ بیان کریں:۔

جواب: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی ۔
اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۝- سورة الأنعام آیت نمبر 82

ترجمہ کنزالایمان:۔وہ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی ناحق کی آمیزش نہ کی انہیں کے لیے امان ہے اور وہی راہ پر ہیں۔

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: ہم میں سے ایسا کون ہے جو اپنی جان پر ظلم نہیں کرتا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس طرح تم کہہ رہے ہو ایسا نہیں ہے۔ (بلکہ آیت میں) ظلم سے مراد شرک ہے۔ کیا تم نے (حضرت) لقمان رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو نہیں سنا جو انہوں نے اپنے بیٹے کو فرمایا تھا:**يا بني لا تشرك بِاللّٰهِ إِنَّ الشِّرْكَ لظلم عظيم** ۔ترجمہ کنز الایمان: اے میرے بیٹے اللہ کا کسی کو شریک نہ کرنا بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔

دیکھیے ! جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس آیت مبارکہ کے معنی پر اشکال واقع ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہاں ظلم سے مراد (عمومی ناحق تلفی اور ظلم وزیادتی نہیں جو بتقاضائے بشریت کبھی کبھار ہو جاتی ہے، بلکہ یہاں ظلم سے مراد) ظلم عظیم ہے اور اس بات کو سمجھانے کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے سورۃ لقمان کی اس آیت مبارکہ "**إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ**" سے استدلال فرمایا۔

سوال: جو لوگ قرآنِ مجید پڑھتے ہیں لیکن اس کی تفسیر نہیں جانتے، ان کی مثال کن لوگوں کی طرح دی گئی ہے؟

جواب: حضرت ایاس بن معاویہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو لوگ قرآن مجید پڑھتے ہیں اور وہ اس کی تفسیر نہیں جانتے ان کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے جن کے پاس رات کے وقت ان کے بادشاہ کا خط آیا اور ان کے پاس چراغ نہیں جس کی روشنی میں وہ اس خط کو پڑھ سکیں تو ان کے دل ڈر گئے اور انہیں معلوم نہیں کہ اس خط میں کیا لکھا ہے ؟ اور وہ شخص جو قرآن پڑھتا ہے اور اس کی تفسیر جانتا ہے اس کی مثال اس قوم کی طرح ہے جن کے پاس قاصد چراغ لے کر آیا تو انہوں نے چراغ کی روشنی سے خط میں لکھا ہوا پڑھ لیا اور انہیں معلوم ہو گیا کہ خط میں کیا لکھا ہے۔

سوال: تفسیر قرآن کے کتنے اور کون کونسے درجات ہیں بالتفصیل بیان کریں۔

جواب: تفسیر قرآن کے مندرجہ ذیل پانچ درجات ہیں :

(1) تفسیر القرآن بالقرآن:۔

اس کا معنی یہ ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر قرآنی آیات سے کی جائے۔ قرآن پاک کو سمجھنے کے لیے سب سے پہلے قرآن پاک سے ہی مدد لی جائے اور یہ دیکھا جائے کہ جس آیت کو ہم سمجھنا چاہ رہے ہیں اس مفہوم کی دوسری آیت کسی دوسرے مقام پر تو مذکور نہیں، اگر ایک آیت میں کوئی عام حکم بیان کیا گیا ہے تو سب سے پہلے قرآن پاک سے دیکھ لیا جائے کہ کسی آیت میں اس عام حکم سے کسی کو خاص تو نہیں کیا گیا۔ و علی ھذا القیاس۔ اسی کو تفسیر القرآن بالقرآن کا نام دیا جاتا ہے اور یہ تفسیر قرآن کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے۔

(2) تفسیر القرآن بالحدیث:۔

اس کا معنی یہ ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر تاجدار رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی احادیث سے کی جائے کیونکہ اللہ پاک نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو قرآن مجید کے معانی، احکام اور تمام اسرار ورموز سکھا دیئے ہیں، اس لئے جب قرآن مجید کی تفسیر قرآنی آیات سے نہ ملے تو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث سے اس کی تفسیر بیان کی جائے۔

(3) تفسیر القرآن بآثار الصحابہ:۔

اس کا معنی یہ ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال سے کی جائے کیونکہ یہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے بر اور است حضور پر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے قرآن عظیم کی تعلیم حاصل کی اس لئے جب قرآن مجید کی تفسیر قرآنی آیات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی احادیث سے نہ ملے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال کی روشنی میں آیات قرآنی کی تفسیر بیان کی جائے۔مثال کے طور پر احادیث کی کتابوں میں جہاں محدثین نے کتاب التفسیر کے نام سے ابواب قائم کیے ہیں یا وہ تفاسیر جو دوسری یا تیسری صدی ہجری میں لکھی گئی ہیں ان میں مختلف آیات کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے اقوال مل جاتے ہیں جیسے بخاری و مسلم کے کتاب التفسیر یا تفسیر جامع البیان وغیرہ میں مذکور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مبارک اقوال یا ان کے استنباطات جو انہوں نے کیے۔

(4) تفسیر القرآن بآثار التابعین:۔

اس کا معنی یہ ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر تابعین کے اقوال کی روشنی میں کی جائے کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے قرآن مجید کی تفسیر سیکھی اس لئے جب قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور صحابہ کرام کے اقوال سے کسی آیت کی تفسیر نہ ملے تو تابعین کے اقوال سے اس کی تفسیر بیان کی جائے گی البتہ اس میں یہ لحاظ رکھا جائے گا کہ تابعی اگر کسی صحابی سے تفسیر نقل کر رہے ہوں تو اس کا حکم وہی ہو گا جو صحابہ کرام کی بیان کردہ تفسیر کا ہے، نیز اگر وہ تابعین کا اجماعی قول ہے تو حجت ہے ورنہ نہیں۔

(5) تفسیر القرآن باللغۃ العربیہ:۔

قرآن مجید کی بعض آیات ایسی ہیں جن کے مفہوم میں کوئی الجھن اور پیچیدگی نہیں بلکہ ان کا مفہوم بالکل واضح ہے ، ایسی آیات کی تفسیر کے لئے عربی لغت اور عربی قواعد ہی کافی ہیں البتہ وہ آیات جن کا مفہوم واضح نہیں یا جن سے فقہی احکام اخذ کئے جارہے ہوں تو ان آیات کی تفسیر ما قبل مذکور چاروں ماخذ سے کی جائے گی اور ان کے بعد لغت عرب کو بھی سامنے رکھا جائے گا کیونکہ عربی زبان میں اس قدر وسعت ہے کہ اس میں ایک لفظ کے بسا اوقات کئی کئی معنی ہوتے ہیں۔

سوال: تفسیر قرآن کی تاریخ کتنے اور کون کونسے ادوار پر مشتمل ہے ؟

جواب: تفسیر قرآن کی یہ تاریخ تقریباً چار ادوار پر مشتمل ہے ۔

(1) نزول قرآن کا دور ۔

(2) صحابہ کرام کا دور ۔

(3) اکابر تابعین کا دور ۔

(4) تفسیر کی تدوین کا دور ۔

سوال: مشہور تابعی عالم حضرت ابو عبد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم قرآنِ مجید کی تعلیم کس طریقے سے حاصل کرتے تھے؟

جواب: مشہور تابعی عالم حضرت ابو عبد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے جو حضرات ہمیں قرآن عظیم کی تعلیم دیا کرتے تھے انہوں نے ہمیں بتایا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے دس آیتیں سیکھتے اور اس وقت تک ان سے آگے نہیں بڑھتے تھے جب تک ہم ان آیات کی تمام علمی اور عملی باتوں کا علم حاصل نہ کر لیں۔

سوال: حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مطابق کون سی سورتیں پڑھنے والا شخص قابلِ احترام سمجھا جاتا تھا؟

جواب: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "جب کوئی شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے سورہ بقرہ اور سورۂ آل عمران پڑھ لیتا تو وہ ہماری نظروں میں بہت قابل احترام ہو جاتا تھا۔

سوال: خلفائے اربعہ کو نبی کریم ﷺ سے خاص قرب کے باوجود پہلے تین خلفا سے مروی احادیث کم کیوں ہیں؟

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے زمانے میں علم تفسیر کی تدوین با قاعدہ شروع نہیں ہوئی تھی۔ مولی علی رضی اللہ عنہ کے زمانے سے چونکہ اس کی طرف علما کی توجہ ہو گئی تھی اس لیے آپ کے شاگردوں نے آپ سے تفسیری روایات کو لیا اور دیگر لوگوں تک پہنچایا۔ یہی وجہ ہے کہ خلفائے اربعہ میں سے سب سے زیادہ روایات آپ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔

سوال: حضرت سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کو علم قرآن میں کیا مقام حاصل تھا؟

جواب: حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو علم قرآن میں ایک خاص مقام حاصل تھا۔امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے الاتقان میں آپ کا یہ فرمان نقل فرمایا ہے: اللہ کی قسم میں قرآن پاک کی ہر آیت کے بارے میں جانتا ہوں کہ یہ رات کو نازل ہوئی یا دن کے وقت اور یہ بھی جانتا ہوں کہ یہ کس مقام پر نازل ہوئی۔

سوال: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس صحابی رسول کے لیے علم قرآن کی دعا عطا فرمائی؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے چچازاد بھائی حضرت سید نا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے لیے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے علم قرآن کی دُعافرمائی اے اللہ ! اسے دین کی سمجھ اور تاویل کا علم عطا فرما۔

سوال: صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے سورۃ نصر کی آیت "إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ" کی کیا تفسیر بیان کی؟

جواب: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کو ایک مجلس میں اکٹھا کیا پھر ان سے پوچھا آیت مبارکہ إِذَا جَاء نصر اللہ و الفتح " کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے ؟ تو ان میں سے بعض نے کہا کہ اس آیت میں ہمیں اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ جب ہمیں فتح حاصل ہو تو ہم اللہ پاک کی حمد وثنا بیان کریں اور استغفار کریں جبکہ بعض صحابہ کرام خاموش رہے۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس سے فرمایا: اس آیت مبارکہ کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ توآپ نے فرمایا کہ اس آیت مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وصال مبارک کی خبر دی گئی ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بھی اس آیت مبارکہ کے بارے میں یہی جانتا ہوں کہ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وصال مبارک کی خبر دی گئی ہے۔

سوال: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو تفسیر میں کیا مہارت حاصل تھی؟

جواب: آپ کی تفسیری مہارت کا یہ عالم تھا کہ فرماتے: اگر میرے اونٹ کے نکیل کی رسی گم ہو جائے تو میں اُسے قرآن پاک سے تلاش کرلوں گا۔

سوال: سب سے جید طریقہ سند کس کا ہے؟

جواب:امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی مرویات میں سے سب سے جید سند کا ذکر یوں کرتے ہیں:سند کے اعتبار سے جید طریقہ سند علی بن ابی طلحہ الھاشمی کا ہے۔ امام بخاری تعلیقات ابنِ عباس میں اس طریقہ سند پر اعتماد فرماتے ہیں اور بقیہ مولفین کتب حدیث کے نزدیک یہ سلسلہ سند حجت ہے۔

سوال: سب سے کمزور طریقہ سند کس کا ہے؟

جواب: امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمہ اللہ علیہ آپ کی مرویات میں سے سب سے کمزور سند نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یعنی سند کے اعتبار سے سب سے کمزور طریقہ سند کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس ہے۔

سوال: حضرت أبي بن كعب رضي الله عنه کا مختصر تعارف بیان کریں۔

جواب: بدری صحابی، سید القراء حضرت ابی بن کعب انصاری رضی اللہ عنہ قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو سب سے پہلے آپ نے مدینہ شریف تشریف لانے کی دعوت دی تھی۔ قرآت میں بھی آپ کا رتبہ بلند پایہ ہے۔ بار گاہِ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اُمت کے سب سے بڑے قاری ہونے کا لقب پایا۔ اسلام لانے سے قبل یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے ، کاتب وحی ہونے کی وجہ سے اسباب نزول کو بھی دیگر کے مقابلے میں زیادہ جاننے والے تھے۔

سوال: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی مشہور اسناد کتنی اور کونسی ہیں؟

جواب: **آپ کی مشہور اسناد جن کو صحیح یا حسن کہا گیا ہے، دو ہیں:**

1. ابو جعفر رازی عن ربیع بن انس عن أبي العالية عن ابي بن كعب
2. دوسری سند وہ ہے جس میں آپ کے بیٹے حضرت طفیل رضی اللہ عنہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ مکمل سند یوں ہے : عن وکیع عن سفیان عن عبد الله بن محمد بن عقیل عن طفیل عن ابی بن کعب رضی الله عنه یہ سند حسن درجے کی ہے۔

سوال: حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف بیان کریں۔

جواب: صحابی ابنِ صحابی حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے اور ہجرت کے بعد مدینہ شریف میں مسلمانوں کے ہاں سب سے پہلے پیدا ہونے والے بچے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے آپ کو گھٹی دی اور کھجور چبا کر آپ کے منہ میں ڈالی۔

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے پچھنے لگوائے، اس سے جو خون مبارک نکلا، حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اسے ایسی جگہ بہا دو جہاں لوگوں کی نگاہ نہ پڑے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اُسے پی لیا۔ علماء فرماتے ہیں کہ آپ کی بہادری اسی خون مبارک کو پینے کی برکت سے تھی۔

سوال: حضرت زید بن ثابت رضي اللہ عنہ کا مختصر تعارف بیان کریں۔

جواب: کاتب وحی حضرت زید بن ثابت بن ضحاک انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ بعثت نبوی کے تیسرے سال پیدا ہوئے، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے اس وقت آپ کی عمر مبارک 11 سال تھی۔ غزوہ بدر کے موقع پر کم سنی کی بنا پر آپ رضی اللہ عنہ کو اس میں شرکت کی اجازت نہ ملی۔ غزوہ خندق کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو خندق کھودتے ہوئے ملاحظہ فرمایا تو ارشاد فرمایا یہ جوان خوب ہے۔ قرآن پاک کے حافظ بھی تھے اور علوم قرآن کے ماہر بھی تھے ۔

قرآن پاک کو یکجا کرنے کا مرحلہ آیا تو یہ ذمہ داری بھی آپ کو سونپی گئی۔ ہجرت کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں انہیں پیش کیا گیا کہ انہیں قرآن پاک کی سترہ سورتیں زبانی یاد ہیں جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعجب کا اظہار فرمایا۔

سوال: قرآن مجید کو جمع کرنے والے کتنے اور کونسے افراد ہیں؟

جواب: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قرآن پاک کو جمع کرنے والے چار اشخاص ہیں جو انصار سے ہیں۔ یعنی ابی بن کعب، معاذ بن جبل ، زید بن ثابت اور ابو زید رضی اللہ عنہم "

سوال: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کتنے حفاظ کرام کو کیا نصیحت فرمائی؟

جواب: ایک مرتبہ آپ نے کم و بیش 300 حفاظ کرام کو جمع کیا اور قرآن مجید کی عظمت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: بے شک ! یہ قرآن مجید تمہارے لئے اجر و ثواب کا ذریعہ ہے لیکن یہ تم پر بوجھ بھی بن سکتا ہے، اس لئے تم قرآن مجید کی اتباع کرو، اسے اپنا تابع نہ بناؤ کیونکہ جو قرآن مجید کی اتباع کرتا ہے قرآن پاک اسے جنت کے باغات میں پہنچا دیتا ہے اور جو قرآن مجید کو اپنا تابع بناتا ہے قرآن پاک اسے گدی کے بل جہنم میں دھکیل دیتا ہے ۔

سوال: تفسیری روایات کے اعتبار سے سب سے زیادہ تفسیری اقوال کن صحابہ کرام کے ہیں؟

جواب: تفسیری روایات کے اعتبار سے سب سے زیادہ تفسیری اقوال حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ہیں، ان کے بعد حضرت عبد اللہ بن مسعود ، پھر حضرت علی اور پھر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم کے ہیں۔

سوال: چند مشہور تابعین مفسرین کے نام تحریر فرمائیں۔

تابعین میں سے چند مشہور مفسرین کے اسمائے گرامی یہ ہیں(1) حضرت سعید بن المسیب (2) حضرت عروہ (3) حضرت سالم (4) حضرت عمر بن عبد العزیز (5) حضرت سلیمان بن یسار (6) حضرت عطاء بن یسار (7) حضرت زید بن اسلم (8) حضرت ابن شہاب زہری (9) حضرت حسن بصری (10) حضرت مجاہد بن جبیر (11) حضرت سعید بن جبیر (12) حضرت علقمہ (13) حضرت قتادہ (14) حضرت امام ابن سیرین (15) حضرت ابراہیم نخعی (16) حضرت امام شعبی (17) حضرت عکرمہ (18) حضرت ضحاک بن مزاحم (19) حضرت عطا بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہم ۔

سوال: قرآن پاک کی تفسیر لکھنے کا آغاز کس طرح ہوا؟ نیز اس دور کی تفسیر کی جامع و مشہور کتاب کونسی ہے؟

جواب: ابتدا میں تو قرآن پاک کی مختلف آیات کی تفسیر لکھی جاتی رہی، پھر اس کے بعد قرآن پاک کی مکمل تفسیر کا آغاز ہوا جس کا انداز کتب حدیث کی طرز پر تھا، یعنی محدثین کے انداز پر احادیث اور آثار صحابہ کو نقل کیا جاتا اور سند بھی ذکر کی جاتی۔ اس دور میں عمومی طور پر تفسیر کی کتب میں صرف احادیث، آثار صحابہ اور تابعین کے اقوال نقل کیے جاتے تھے اور ان پر کسی قسم کا کوئی اضافہ نہیں کیا جاتا تھا۔ اس دور کی یاد گار اور مشہور تفسیر تفسیر جامع البیان المعروف تفسیر ابنِ جریر " ہے ۔

سوال: تفسیر ابن جریر کی اہمیت کو علماء نے کس طرح بیان کیا ہے؟

جواب: اس کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے سیدنا امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ "امت کا اس پر اجماع ہے کہ تفسیر ابن جریر جیسی کوئی دوسری تفسیر نہیں لکھی گئی۔

صاحب لسان المیزان لکھتے ہیں: ابنِ خزیمہ نے "تفسیر ابن جریر" کے مطالعہ کے بعد فرمایا: اس تفسیر کو مکمل پڑھنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ روئے زمین پر ابن جریر سے بڑھ کر کوئی علم تفسیر جاننے والا نہیں۔

سوال : مفسر کے لئے کون کونسے ضروری علوم ہیں؟

جواب: علمائے کرام نے مفسر کے لئے جن علوم کو ضروری قرار دیا ہے ان میں سے چند یہ ہیں:

(1) لغت کا علم (2) نحو کا علم (3) صرف کا علم (4) اشتقاق کا علم (5،6،7) معانی، بیان اور بدیع کا علم (8) قرائتوں کا علم (9) اصول دین کا علم (10) اصول فقہ کا علم (11) اسباب نزول کا علم (12) ناسخ اور منسوخ کا علم (13) مجمل اور مبہم کی تفسیر پر مبنی احادیث کا علم۔

صَلُّوْا عَلَي الْحَبِيب! صَلَّي اللّٰہ تَعَالٰي عَلٰي مُحَمَّد

TALBE DUAA

MUHAMMAD AFZAL RAZA ATTARI QADRI